© rasailojaraid.com

جگر لخت لخت

شیخ حبیب الرحمان بٹالوی

حادثوں سے ہار جانا فطرت آدم نہیں

انسانی زندگی کازیادہ تر حصہ اپنے بس میں نہیں ہے۔ یوں تو کچھ بھی اپنے بس میں نہیں ہے۔

بس میرے بس میں نہ تھی شوفر میرے بس میں نہ تھا
میں تو بس میں تھا مگر بستر میرے بس میں نہ تھا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل سلیم دی ہے۔ جھوٹ اور سچ میں فرق کے احساسات سے نوازا ہے کہ وہ جہاں تک ہوسکے سوچ سمجھ کر زندگی بسر کرے۔ مگر میں زندگی کے جس شعبہ کی بات کرنے چلاہوں وہ ہے حیات مستعار میں حادثات کاشعبہ اور اس حادثات سے بھر پور زندگی میں صبر و استقلال کی ضرورت، ہر انسان کی زندگی حوادث سے معمور ہے جو اپنے بس میں نہیں ہیں۔ شاید اسی لئے کسی شاعر نے اپنے مشاہدات اور تجربات کی بناء پر یہ کہا تھا کہ

زندگی ہے غم و درد کا اک شاہکار عظیم
لوگ کیا سوچ کے جینے کی دعا کرتے ہیں

گئے دنوں کی بات ہے پریس کے میرے ایک رفیق کار کا بازو رولر میں آگیا۔ ہم اسے ہسپتال لے گئے۔ ضروری ایکسرے کے بعد ہمارے ساتھی کو گلوکوز لگادیا گیا۔ بازو پر کریپ بینڈیج باندھ دی گئی۔ بازو اگرچہ کافی حد تک دباؤ میں آگیا تھا۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ پریس کے وہ رولر جن میں ہمارے اس ساتھی کا بازو آیا تھا۔ ربڑ کے تھے۔ جس سے بازو کی ہڈی کو کوئی ضرب نہیں آئی تھی۔ دباؤ کی وجہ سے اندر کا گوشت پھٹ گیا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ مگر ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کا مریض ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ٹھیک ہوجائے گا۔ تسلی ہوئی تو ساتھ والے بیڈ پر ایک ایسے مریض پر نظر پڑی جس کا تمام جسم خون و خون تھا، سر کی کھوپڑی جگہ جگہ سے چھلی ہوئی تھی۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ معمار ہے۔ لینٹر کے سلسلہ میں شٹرنگ کے دوران لینٹر سے پہلے بنائی جانے والی کچی چھت اوپر آپڑی۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور مریض پڑا تھا۔ اس نے خود کشی کی تھی۔ کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا۔ گھر والوں سے بغاوت کرکے ایک غریب لڑکی سے شادی کرلی۔ والدین نے گھر سے نکال دیا۔ جیسے تیسے زندگی بسر کرتا رہا۔ آخر کہاں تک ! ناز نخرے ، لاڈ پیار ، دودھ مکھن کا پلا ہوا تنگی ترشی ، غربت ، افلاس ، سوکھی روٹی کا کہاں تک مقابلہ کرتا، خود کشی کرنے کی کوشش کی مگر جان تو اللہ کے قبضہ میں ہے نہ نکلی۔ بیوی ہسپتال لے آئی۔ ماں کو پتہ چلا اپنے پر خلوص اور بے لوث کردار سے مجبور ماںتا گھر سے قرآن مجید ساتھ لیکر آئی تھی۔ بیٹے کے سرہانے "یٰسین" تلاوت کررہی تھی اور آنسوؤں کی بارش میں دعا گو تھی کہ اللہ تعالیٰ اسکے بیٹے کی تکلیف کو رفع کردے۔ یہ روح فرسا منظر دیکھ کر اپنے دوستوں کے ساتھ باہر آرہا تھا کہ ننگے سر، ننگے پاؤں ادھیڑ عمر کی ایک خوش شکل خاتون نظر آئی۔ جس نے اپنے بائیں ہاتھ میں پلاسٹک کی ایک بڑی گڑیا ایسے اٹھا رکھی تھی جیسے ماں نے اپنا بچہ بغل میں اٹھا رکھا ہو۔ اسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہاتھ کی کلائی میں ایک شاپر تھا۔ جس میں گڑیا کے کپڑے، کھلونے، چوسنی، فیڈر، وہ سب کچھ تھا جو ماں اپنے شیر خوار بچے کے لئے ہر وقت اپنے پاس رکھتی ہے۔ وہ عورت اپنا گڑیا والا بایاں بازو اس طرح ہلا رہی تھی اور منہ سے آ آ آ آ کی آواز ایسے نکال رہی تھی جیسے ماں اپنے روتے ہوئے بچے کو بہلا رہی ہو، چپ کرا رہی ہو۔ کوئی کیا کہہ سکتا ہے کہ اس خاتون کے ساتھ کیا حادثہ گزرا تھا۔ کیا اس کے ہاں بیٹی پہ بیٹی پیدا ہوتی چلی گئی جو اس کے اپنے بس میں نہ تھی۔ اور خاوند نے طلاق دے کر گھر سے نکال دیا۔ یا خاوند اتنا ظالم تھا کہ بات بات پر اسے جھڑکتا تھا، خرچ نہیں دیتا تھا۔ اسے ایک غلام سمجھ کر چھوٹی چھوٹی بات پر اس کی عزت نفس مجروح کرتا تھا۔ طعن و تشنیع سے اسے ذہنی کوفت پہنچاتا تھا۔ اسے نان نفقہ اور علاج معالجہ میں تنگ رکھتا تھا اور وہ زبردست پریشانی کے دباؤ میں اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی۔

قارئین! ایسے ہزاروں واقعات ہمارے ارد گرد پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر آدمی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہمارے چاروں طرف آنسو ہی آنسو ہیں۔ آہیں ہی آہیں ہیں اور مسکراہٹیں بہت کم۔ اگر ایک آدمی کے پاس دولت بے حساب ہے تو اولاد کوئی نہیں۔ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے وہ یتیم خانے سے ''محمد بوٹا'' کو گود لیکر اس کا نام ''توقیر احمد'' رکھتا، اس کا عقیقہ، ختنہ، شادی کر کے دل بہلاتا ہے۔ دوسری طرف ایک آدمی کے دس بیٹے ہیں تو وہ دس کے دس ناہنجار ہیں۔ جوئے باز ہیں۔ نشئی ہیں مار دھاڑ کرتے ہیں۔ ایک گھر میں اگر مرد بے کار ہے کام کاج نہیں کرتا۔ دولت نہیں کہ کوئی کاروبار کر لے۔ بال بچوں کی زندگی بڑی تنگی سے بسر ہو رہی ہے تو دوسرے گھر میں مرد اچھا بھلا کما لیتا ہے۔ آمدنی وافر ہے مگر گھر میں خرچ نہیں دیتا۔ چالاکی، ظلم اور دھوکے سے کام چلانے کی کوشش کرتا۔ زندگی ان کی بھی بڑی تنگی سے بسر ہو رہی ہے۔ اگر ایک طرف ایک نیک آدمی کسی یتیم بچی کو منہ بولی بیٹی بنا کر اس کی پرورش کرتا اسے تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے احسن طریقے سے اسے اس کے سسرال رخصت کرتا ہے تو دوسری طرف اس کی ساس اپنے بیٹے کے مرنے کے بعد سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بچوں سمیت دھکے دے کر گھر سے نکال دیتی ہے کہ کہیں وہ اکیلی ساری جائیداد پر قبضہ نہ کر لے۔

ایک آدمی چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا کر خود مرنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ زندہ بچ جاتا ہے اور دوسرا آدمی دونوں طرف اچھی طرح دیکھ کر ریلوے لائن کراس کرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے پرخچے اڑ جاتے ہیں۔ ایک آدمی دائیں بائیں کی پروا نہ کرتے ہوئے سڑک کے درمیان وحشیوں کی طرح تیز رفتاری سے اپنی گاڑی چلاتا ہے اسے کچھ نہیں ہوتا اور دوسرا ٹھیک سے بچ بچا کر دور فٹ پاتھ پر دیوار کے ساتھ لگ کر چلتا ہے کہ ایک ٹرک آتا ہے اور فٹ پاتھ پر چڑھ کر اسے کچل جاتا ہے۔

اگر ایک گھر میں عورت نیک ہے اور مرد شرابی، ظالم بد کردار ہے تو دوسرے گھر میں مرد خاموش طبع، نیک صالح ہے اور عورت بدزبان بد تمیز اور بد لحاظ ہے۔ ایک باپ اگر نیک صالح اور معاملات میں کھرا ہے تو اس کا بیٹا نالائق، ضدی اور فریب کار ہے۔ ایک گھر میں اگر سسرال جھوٹے چالاک، دغا باز ہیں اور داماد، بہو نا قابل تعریف کردار کے مالک ہیں تو دوسرے گھر میں ساس سسر بہت نیک اور صالح ہیں اور بہو داماد نے اپنے شر اور فساد کی وجہ سے گھر والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ کہتے ہیں۔

آں یکے در کنج مسجد، مست و شاد — و آں یکے در باغ، ترش و نامراد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک شخص مسجد میں چٹائی پر خوش ہے اور ایک باغ میں ہے۔ چاروں طرف پھول ہی پھول ہیں مگر وہ غموں کے کانٹوں سے غمگین و نامراد ہے۔ یہ پھولوں میں رو رہا ہے اور وہ کانٹوں میں ہنس رہا ہے۔

ایک ہی باپ کے دو بیٹے پلے ایک ہی ساتھ گھر میں
اک تخت پہ ہے بیٹھا اک در در کا گدا ہے
ایک ہی درخت کی دو شاخیں وہ ایک ساتھ پھوٹیں
اک جل کر بھسم ہوئی ہے اک کا بنا عصا ہے
ایک ہی قسم کے دو پھول ایک ساتھ نکلے
نوشہ نے ایک پہنا اک قبر پہ چڑھا ہے

اللہ بے نیاز ہے، بے پروا ہے، وہ کسی کو مال و دولت اتنی دیتا ہے کہ حساب ہی کوئی نہیں اور کوئی نان شبینہ کو ترستا ہے۔ کسی کو اولاد سے محروم رکھتا ہے اور کسی کو ایک ہی بیٹا عطا کرتا ہے اور عین جوانی کے عالم میں وہ بھی اس سے واپس لے لیتا ہے۔

اک نوں کجھ نہ دیوے ایک نوں اک دتا اودی گیا مر
حافظؔ! صاحب نوں کون آکھے انج نئیں انج کر

پھر ایک طرف اگر پروردگار اپنے بعد کسی ہستی کو سب سے بڑا درجہ دیتا ہے۔ کونین کی بادشاہی کا تاج اس کے سر پہ سجاتا ہے۔ معراج کی رات دوزخ، جنت کی سیر کے بعد خود اس سے ہم کلام ہوتا ہے تو دوسری طرف اس صاحب شان پیغمبر ﷺ کا مشرکین مکہ سے سامنا کرواتا ہے۔ کئی سال شعب ابی طالب میں قید رکھتا ہے۔ طائف کی بستی میں لہولہان کراتا اور میدان احد میں رخ مبارک کو شدید زخمی کروا دیتا ہے۔ اگر ایک طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں پہ حکومت عنایت کرتا ہے۔ انہیں جنوں، انسانوں اور پرندوں کا لشکر عطا کرتا ہے۔ پہاڑوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیتا ہے۔ انہیں جانوروں کی بولیاں سکھاتا ہے تو دوسری طرف برگزیدہ پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن میں کیڑے پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یونس علیہ السلام کو کئی دن مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے ذوالکفل اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک عرصہ قید کاٹنا پڑتی ہے۔ سچ بولنے کے جرم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی گاہ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ ہر کوئی اپنی اپنی پریشانی میں مبتلا ہے۔ کسی کو مہلت نہیں کہ دوسرے کا پتہ کرے۔

ہر ایک کی پریشانیوں کی نوعیت شاید الگ الگ ہو ور نہ ہر آدمی ایک سے بڑھ کر ایک مصیبت میں گرفتار ہے۔ دنیا میں کوئی بھی سکھی نہیں۔

وقت خوش خوش کاٹنے کا مشورہ دیتے ہوئے
رو پڑا وہ آپ مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے

انسان اس کائنات کا شاہکار ہے مگر کائنات میں سب سے زیادہ دکھی ہے۔ امیر ہو یا غریب شہنشاہ ہو یا فقیر ہر کوئی اپنے اپنے دکھوں کی صلیب پر لٹکا ہوا نظر آتا ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غریب شہر تو فاقوں سے مرگیا عارف　　　　امیر شہر نے ہیرے سے خودکشی کرلی

حکماء فلسفی اور دانایان روزگار کی اکثریت نے انسانی زندگی میں رنج و الم کے حصے کو خوشی و مسرت سے کئی گنا زیادہ بتایا ہے۔ شکسپئیر کہتا ہے "اگر انسان اپنے نوشتہ تقدیر کو پڑھے اور زمانے کی گردش کو دیکھے کہ کس طرح اتفاقات زمانہ اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور تغیرات گردش کے پیالے مختلف رنگوں میں کیسے اسے بھر بھر کے دیئے جاتے ہیں تو مسرور ترین نوجوان بھی اپنی کتاب زندگی بند کرنے پر مائل ہوجائے۔ شوپنہار کہتا ہے "اس دکھ اور آلام کی دنیا میں انسان کا وجود ایسے لگتا ہے کہ جیسے سردی کی طویل ترین رات میں بہت سارے ننگ دھڑنگ بچوں کو بے سہارا چھوڑ دیا گیا ہو اور وہ ادھر ادھر سردی کی اذیت سے پناہ کی تلاش میں کلبلاتے پھر رہے ہوں۔

ایک بزرگ نے انسانی زندگی کے رنج و الم کا تمثیلی نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر گوندھا جارہا تھا۔ اس پر چالیس دن تک ایک قسم کی بارش ہوتی رہی جس میں انتالیس دنوں کی بارش دکھوں کی بارش تھی اور صرف ایک دن کی بارش سکھ کی بارش تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میں بھوک، پیاس، افلاس اور پھلوں کا نقصان دے دے کر انسان کو آزماتا ہوں وہ جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں اگر انہیں کوئی مصیبت آئے تو کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ "کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ صرف یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں۔ نہیں! میں انہیں مختلف تکالیف دے دے کر آزماؤں گا۔ پھر دیکھوں گا کہ کون اپنے قول کا سچا اور کون جھوٹا ہے۔" پھر قرآن مجید میں یہ بھی آتا ہے کہ "ہوسکتا ہے آپ ایک چیز کو پسند کرتے ہوں اور وہ آپ کے لئے بری ہو اور ایک چیز کو آپ ناپسند کرتے ہوں اور وہ آپ کے لئے اچھی ہو۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور بے شک سکون قلب اللہ کے ذکر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

الغرض! اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی سے کوئی بھی فرار حاصل نہیں کرسکتا۔ وہ سب سے پوچھ سکتا ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ وہ سب کو بچاسکتا ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ہر دم اس سے ڈرتے رہنا چاہیے اور خیر کی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہی معاملات کو صحیح رکھ سکتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اس کے اور اس کے برگزیدہ پیغمبر ﷺ کے فرامین کی تعمیل کرے، راضی بر رضا رہے، عاجزی اختیار کرے، جھوٹ نہ بولے، امانت میں خیانت نہ کرے، کسی کا دل نہ دکھائے، ہر ایک کا حق ادا کرے، گرے پڑے کے کام آئے، جس حالت میں اللہ رکھے اس کا شکر ادا کرے، دکھ کے وقت صبر اور نماز کے ساتھ اسی سے مدد طلب کرے، کہ تسلیم و رضا کی برکت سے اللہ اسے سکون عطا کرے گا۔ اگر کلیوں کو یہ نعمت حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ کانٹوں میں کھل اٹھیں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کے قلوب کو عین غم کی حالت میں سکون و راحت عطا نہیں کرسکتا۔

بے شک یہ سب پریشانیاں، دکھ انسانوں کے لئے ہوتے ہیں۔ زندگی ایک مسلسل آزمائش ہے۔ مگر وہ آدمی ہی کیا جو نصیب کی ٹھوکروں سے گھبرائے کہ مصیبت میں گھبرانا نئی مصیبت کو دعوت دینا ہے۔ بڑے بڑے انسان ہمیشہ افلاس کی چکی میں پستے آئے ہیں۔ بجلی اونچی اور بلند عمارتوں کے حوصلے آزماتی ہے کسی حالت میں اپنے دل کو مت گراؤ، دیکھو! لوگ گرے ہوئے مکانوں کی اینٹیں اٹھا کر لے جاتے ہیں مگر کھڑی ہوئی عمارت کو کوئی بھی ہاتھ نہیں لگاتا۔

© rasailojaraid.com